مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ
الامداد
لاہور پاکستان

مدیر مسئول
مشرف علی تھانوی

مدیر
خلیل احمد تھانوی

شمارہ ۱۰	جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ / ستمبر ۲۰۰۱ء	جلد ۲

تَادِیبُ المُصِیبَة
(مصیبت سے سبق حاصل کرنا)

ازافادات: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ؛

عنوانات وحواشی: مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۱۰ روپیہ ● زرسالانہ =/۱۰۰ روپے

پتہ دفتر۔
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
فون نمبر ۴۳۸۰۶۰
۵۴۲۲۲۱۳
ماہنامہ الامداد

ناشر: مشرف علی تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۲۰/۱۳ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

(تادیب المصیبۃ)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے یہ وعظ تھانہ بھون میں ۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ کو ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ مصیبت سے سبق لینے کے موضوع پر ارشاد فرمایا۔ جسے حضرت مولانا سعید احمد صاحب تھانویؒ نے قلمبند فرمایا۔ سامعین کی تعداد تقریباً ۵۰ مرد تھی، نیز خواتین بھی موجود تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

ملقب بہ

تادیب المصیبۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِہٖ اَوْقَاعِدًا اَوْ قَائِمًا۔ فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْہُ ضُرَّہٗ مَرَّ کَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَا اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّہٗ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْن(۱)۔

(اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی، اور پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے ہٹا لیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت میں آجاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اسکے ہٹانے کیلئے کبھی ہم کو

(۱) سورۃ یونس آیت ۱۲۔

پکارا ہی نہ تھا، ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال (بد) ان کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں۔

مصیبت اختیاری و غیر اختیاری

اس آیت میں ایک ایسا مضمون جو اکثر لوگوں کی حالت کو عام ہے، مذکور ہے نیز اس وقت خاص سے بھی اس کو مناسبت ہے۔ اسی واسطے اس وقت یہ آیت تجویز کی گئی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ایسا تو کوئی انسان نہیں جس کو کوئی حادثہ پیش نہ آئے اور کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ انسان تحت القدرۃ(۱) ہے مستقل نہیں ہے اگرچہ ہر امر(۲) میں انسان کی ایک مستقل تجویز بھی ضرور ہوتی ہے جسے اس کا ذہن اختراع(۳) کرلیتا ہے، مگر دیکھا جاتا ہے کہ ہر امر(۴) اس کی خواہش کے موافق نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشاد ہے ام لِلاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ☆(۵) یعنی انسان کو اس کی ہر تمنا نہیں ملتی۔ تمنائیں انسان کی بہت کچھ ہوتی ہیں مگر ملتی کم ہیں بلکہ جو خدا تعالیٰ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے وہی انسان کیلئے بہتر ہوتا ہے اگرچہ اول نظر(۶) میں اسکی بہتری انسان کو محسوس نہ ہو۔ لیکن اس کے نتیجہ پر اگر غور کیا جائے تو اس کی حکمت معلوم ہوجاتی ہے۔

اور اول نظر(۷) میں چونکہ حکمت پر نظر نہیں ہوتی اس لئے خلاف تمنا کو مصیبت کہتے ہیں ورنہ اگر مصلحت اور حکمت پر نظر ہو تو کوئی مصیبت، مصیبت نہیں بلکہ ہر مصیبت نعمت ہے۔ مگر مراد مصیبت غیر اختیاریہ ہے اور اسی میں گفتگو ہورہی ہے۔

---

(۱) انسان تقدیر کا پابند ہے (۲) ہر کام (۳) گھڑتا ہے (۴) کام (۵) سورۃ النجم آیت ۲۴ (۶) اگرچہ بادی النظر میں انسان اس کی بہتری محسوس نہ کرے (۷) پہلی نظر میں۔

برخلاف ان کے جنکو اپنے ہاتھوں اختیار کرتے ہیں یعنی گناہ کہ اس کو انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے۔سو اس میں کوئی حکمت نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ اس کو گناہ اور معصیت(۱) قرار دیا گیا ہے یعنی اس سے روکا گیا ہے اور یہی فرق ہے درمیان فعل عبد اور فعل حق(۲) کے کہ کوئی فعل شَر کا خدا تعالی سے صادر نہیں ہوتا۔فعل شر وہی ہے جو بندہ اپنے اختیار سے خلاف رضائے حق(۳) کرتا ہے۔تو امور اختیاریۂ عبد تو خیر اور شر(۴) دونوں ہیں اور غیر اختیاری جو محض من جانب اللہ ہیں وہ خیر محض(۵) ہیں۔اسی لئے عارفین نے اپنے متعلقین کو یہ تعلیم کی ہے اور اسی سے ایک استواری(۶) پیدا ہو گئی ہے کہ جس سے وہ پریشان نہیں ہوتے کہ

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
در صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

(یعنی درویشی کے راستہ میں چلنے والے کے سامنے خدا کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ بہتر ہی ہوتا ہے۔اے دل صراط مستقیم میں کوئی گمراہ نہیں ہو سکتا)

مصیبت غیر اختیاری نعمت ہے

تو جو پیش آئے سب کو خیر سمجھے خواہ وہ بیماری ہو یا دشمن کا اپنے اوپر غالب آنا

---

(۱) نافرمانی (۲) بندے کے کرنے میں یہی فرق ہے کہ خدا تعالی سے کوئی برا کام صادر نہیں ہوتا کہ جو خلاف مصلحت ہو (۳) برا کام اسی کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے اختیار سے اللہ کی مرضی کے خلاف کرے (۴) بندے کے اختیاری کاموں کی دو قسمیں ہیں اچھی اور بری (۵) اور جو کام آدمی کے اختیار میں نہ ہوں اور صرف اللہ کی طرف سے ہوں ان میں بھلائی ہی بھلائی ہے (۶) کیونکہ وہ ہر کام کو اللہ کیطرف سے سمجھتے ہیں اس لئے ایسی کیفت ہوتی ہے کہ وہ پریشان نہیں ہوتے۔گویا یہ کیفیت ہوتی ہے۔

مومن دیندار کو رنج و الم سے واسطہ
جس کی خدا پہ ہو نظر رنج اسے ستائے کیوں؟

ہو یا فقر و فاقہ ہو یا اور کوئی مصیبت ہو غرض سب میں بہتری ہے مگر یہ بہتری ایسی ہی ہے جیسے دوا کی بہتری۔ شفیق ماں باپ تو جانتے ہیں کہ حلق سے اترتے ہی تریاق(۱) کا کام دے گی۔ لیکن بچہ نہیں سمجھتا بلکہ ماں باپ کو اپنا دشمن سمجھتا ہے کہ انہوں نے ایسی دوا پلائی۔ یا جیسے دنبل(۲) میں نشتر دینا کہ ماں باپ خوش ہیں مگر بچہ ان کو دشمن سمجھتا ہے نشتر زن(۳) ماں باپ سے انعام طلب کرتا ہے۔ اور بچہ تعجب کرتا ہے لیکن ہر عاقل جانتا ہے کہ واقع میں یہ کام انعام کا ہے تو بچے کے علم کو جو تفاوت(۴) ماں باپ کے علم سے ہے اس سے بہت زیادہ تفاوت بندہ اور خدا کے علم میں ہے تو خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ جس حادثہ کو بندہ مصیبت سمجھ رہا ہے اس میں کیا کیا حکمتیں ہیں؟ چنانچہ فرماتے ہیں عسٰی اَنْ تَکرَھُوا شَیئًا وَّھُوَ خَیرٌ لَّکُم(۵) (اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تم لوگ ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور درحقیقت وہ تمہارے لیے بہتر ہوتی ہے) اس پر جس کی نظر ہوگی وہ ہرگز اس کو مصیبت نہ سمجھے گا۔ جس طرح جراح نے نشتر لگا کر مصیبت میں نہیں پھنسایا(۶) اسی طرح خدا تعالیٰ جو بندے کے ساتھ کرتے ہیں سب بہتر ہی ہوتا ہے۔ مگر بندہ اسکی حکمت کو سمجھتا ہی نہیں۔

حالانکہ اگر ذرا غور کرلے تو بعض حکمتیں معلوم ہو بھی سکتی ہیں مثلاً یہ کہ مصیبت میں یہ خاصیت ہے کہ اخلاق درست ہو جاتے ہیں انسان خدا کو یاد کرنے لگتا ہے توبہ نصیب ہو جاتی ہے، تنبہ(۷) ہو جاتا ہے کہ فلاں امر کی وجہ سے یہ ہوا۔ کہ یہ تو

---

(۱) زہر کے اثر کو زائل کرنے کا کام کرے گی (۲) پھوڑے میں چیرا دینا (۳) چیرہ لگانے والا ڈاکٹر (۴) بچے کے علم کا فرق (۵) سورۃ بقرہ آیت ۲۱۶ (۶) زخم میں چیرا دینے والے معالج نے چیرا لگا کر مشکل میں نہیں پھنسایا بلکہ فاسد مادہ نکال دیا ہے (۷) انسان اپنی غلطی پر متوجہ ہو جاتا ہے کہ فلاں کام کی وجہ سے بات پیش آئی ہے۔

کھلے فائدے نظر آتے ہیں مگر بعض لوگ اس کو یادنہیں رکھتے پس اس معنی کو مصیبت نہ کہی جائے گی مگر ظاہر نظر میں وہ مصیبت ہے کیونکہ حقیقت لغویہ(۱) مصیبت کی یہ ہے کہ کوئی بات خلاف طبیعت پیش آئے اور چونکہ زندگی میں زیادہ واقعات ایسے ہی ہوتے ہیں اس لئے کوئی مصیبت سے خالی نہیں ہے۔کوئی مال کی طرف سے پریشان ہے کوئی صحت کی طرف سے پریشان ہے غرض ہر شخص کو کوئی نہ کوئی مصیبت لاحق ہے۔

اگرچہ ہرایک پر اثر الگ الگ ہوتا ہے اور ایک سرسری(۲) اثر ایسا بھی ہے کہ کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں ہے اگرچہ برائے چندے(۳) ہی ہو اور وہ اثر تنبہ ہے اپنی بدعملی(۴) پر، اور اپنے ضعف وعجز پر، بڑا ظالم ہے وہ شخص کہ اس پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اس پر متنبہ نہ ہو بلکہ کہنا چاہئے کہ وہ انسان ہی نہیں۔تو جو انسان ہوگا وہ ضرور اسی طرح متاثر ہوگا اور یہ تاثر بڑی نعمت ہے۔

مقبول حق سے روکنے والی چیز تکبر ہے

کیونکہ قبول حق اور رجوع عن الباطل سے بڑا سدّ راہ(۵) یہ ہے کہ انسان اپنے کو سب سے بڑا سمجھے اسی وجہ سے یہودی حضور ﷺ پر ایمان نہیں لائے اگرچہ جانتے تھے کہ آپ پیغمبر برحق ہیں خدا کے نبی ہیں بلکہ حضورؐ کے تشریف لانے سے پیشتر(۶) ہی وہ حضور ﷺ کو جانتے تھے۔حتی کہ مشرکین سے کہا کرتے تھے کہ عنقریب ہم تمہاری خبر لیں گے جب وہ رسول ﷺ تشریف لائیں گے۔ فلمّا جآء ھم

(۱) مصیبت کی لغوی تعریف یہ ہے (۲) واجبی سا اثر (۳) اگرچہ تھوڑی دیر کو ہی ہو (۴) اور وہ اثر اپنے برے عمل پر آگاہی اور اپنی عاجزی اور کمزوری کا احساس ہے (۵) حق کو قبول کرنے اور باطل سے ہٹ جانے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے (۶) پہلے ہی۔

مَاعَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ(۱) (پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو (خوب جانتے) پہچانتے ہیں تو اس کا (صاف) انکار کر بیٹھے سو (بس) خدا کی مار ہو ایسے منکرین پر) لیکن جب آپؐ تشریف لائے تو آپؐ کے اتباع میں اپنے جاہ(۲) کا نقصان ہوتے دیکھ کر آپؐ کیساتھ کفر کیا سمجھے کہ آج تو ہم احبار کہلاتے ہیں، مقتدا شمار ہوتے ہیں۔ اگر ایمان لے آئیں گے تو چھوٹے ہو جائیں گے۔ اسی طرح رؤسائے مکہ شریف یہ کہتے تھے لولآ انزل هذا القراٰن علی رجل من القريتين عظيم(۳) کہ اگر یہ کلام خدا کا کلام ہے تو کسی بڑے شخص پر کیوں نازل نہیں ہوا۔ ایک یتیم پر کیوں نازل ہوا۔

حضورﷺ کی برکت

پھر یہ کہ آپؐ کے پاس تمول(۴) بھی نہیں تھا ابوطالب کی پرورش میں آپؐ رہتے تھے اور ان کی یہ حالت تھی کہ اکثر اوقات پیٹ بھرائی نہ ملتا تھا انھوں نے چونکہ کئی مرتبہ یہ تجربہ کیا کہ جب حضورﷺ کے ہمراہ سب گھر کے لوگ کھاتے تو سب شکم سیر(۵) ہو جاتے اور اگر آپؐ علیحدہ تناول(۶) فرماتے تو سب بھوکے رہتے اس لئے انھوں نے یہ معمول کر رکھا تھا کہ روزانہ آپؐ کے ہمراہ کھانا کھاتے۔

اور اگر آپﷺ تشریف فرما نہ ہوتے تو ابوطالب آپﷺ کو ڈھونڈتے تھے کہ آپﷺ کی برکت سے پیٹ تو بھر جائے گا تو آپؐ کے گھر میں کسی قسم کا تمول نہ تھا البتہ آپﷺ حسب نسب میں سب سے اعلیٰ درجے کے تھے۔ اور اسکو نبوت

---

(۱) سورۃ البقرہ آیت ۸۹ (۲) اقتدار کا (۳) سورۃ الزخرف آیت ۳۱ (۴) آپ امیر آدمی بھی نہیں تھے (۵) سب کا پیٹ بھر جاتا (۶) حضورؐ اگر علیحدہ کھانا کھاتے۔

میں کوئی دخل نہ تھا مگر بات یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ صاحب حسب شریف (۱) کے اتباع میں کسی کو عار (۲) نہیں آتی کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم سے کس بات میں کم ہے تو حضور ﷺ میں یہ بات تو تھی مگر اور کوئی دنیاوی فراغت نہ تھی۔ اسلئے روسا (۳) کہتے تھے کہ کسی رئیس پر کیوں نازل نہ ہوا تو یہی مانع تھا۔ (۴)

تکبر کی برائی

اور اس کی بڑی مذمت آئی ہے حدیث میں ہے کہ رائی برابر بڑائی بھی جس کے قلب میں ہوگی وہ جنت میں نہ جائے گا۔ اور اس مرض سے بہت کم لوگ خالی ہیں کم و بیش سب میں ہوتا ہے اسی مرض نے شیطان کو جس نے آٹھ لاکھ برس تک عبادت کی تھی ایک پل میں (۵) مردود بنا دیا۔ اسی راز کی وجہ سے حکمائے امت نے کہا ہے کہ نرے وظیفہ سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ کسی کے پاس نہ رہے کہ وہ اس کے تکبر کا علاج کرے ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ محض کتابیں دیکھ کر کچھ کرتے ہیں ان کے اخلاق درست نہیں ہوتے۔ غرض شیطان نے تکبر ہی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے سبب ملعون ہو گیا محققین نے کہا ہے کہ آسمان پر سب سے پہلا گناہ یہ ہوا اور کوئی گناہ نہیں ہوا تو یہ تکبر ایسی بری چیز ہے کہ جس قدر کم ہو زیادہ ہے۔ سو مصیبت سے ایسے برے مرض کا بھی علاج ہو جاتا ہے کہ اس سے تکبر بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جس پر مصیبت نہ ہو۔ مگر فرق یہ ہے کہ بعض لوگ تو یاد رکھتے ہیں اور اکثر بھول جاتے ہیں اور اگر چہ بھول جانے کے یہ معنی نہیں کہ ان کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ خدا تعالی کو قدرت ہی نہیں رہی

(۱) اچھی ذات والے شریف آدمی کی پیروی کرنے میں (۲) شرم (۳) امیر لوگ (۴) رکاوٹ تھی (۵) ایک لمحہ میں۔

مگر برتاؤ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے دوسرا ناواقف یہ اخذ(۱) کرسکتا ہے۔ پس اس آیت میں اسی مرض کا ذکر کیا گیا ہے۔

تکبر کے درجات

اور اس مرض کے کئی درجات ہیں بعض کو تو مصیبت آتے وقت بھی پوری طرح متنبہ نہیں ہوتا مجھے تعجب ہوا کرتا ہے اس شخص سے جو کہ مصیبت آنے پر یہ کہتا ہے کہ معلوم نہیں ہم سے کیا گناہ ہوا ہے جس کی پاداش(۲) بھگت رہے ہیں۔ صاحبو! کونسا وقت ہے کہ ہم اس میں گناہ نہیں کرتے۔ ہم تو ہر وقت ہی گناہ میں مبتلا ہیں پھر اس سوال کے کیا معنی؟ اور بعض کو دوسری طرز کی غفلتیں ہوتی ہیں چنانچہ ہم میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ کہ انکو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ ہم نے کیا کچھ کیا ہے۔ جس سے مصیبت آئی ہے دوسرے وہ کہ ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ کیا ہے۔ مگر پھر اس کا تدارک نہیں کرتے استغفار نہیں کرتے۔

برے اعتقادات

بلکہ بعضے تو اور زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں میں نے جہاز میں دیکھا ہے کہ عین شدت طوفان کے وقت نہایت پریشانی میں بعض لوگ یا علیؓ یا علیؓ کہتے تھے اور بہت سے لوگ حضرت غوث الاعظمؒ کو پکارتے تھے میں نے اپنے جی میں کہا کہ اے اللہ یہ مشرکین عرب سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ میاں اتنی حفاظت نہیں کرتے جتنی بزرگ کرتے ہیں۔

(۱) یہ سمجھ سکتا ہے (۲) سزا۔

مکہ شریف میں ایک شاہ صاحب ہمارے حافظ احمد حسن صاحب برادرزادہ حاجی صاحبؒ کے پاس آئے اور کچھ نقد امانت سپرد کی انھوں نے کہا کہ بھائی اللہ کے سپرد کردو کہنے لگے کہ یوں نہ کہو، اور اس پر ایک بیہودہ حکایت نقل کردی کہ کوئی شخص اپنی دکان حضرت غوث پاکؒ کے سپرد کرکے چلا جاتا ہے ایک بار اس کے بھائی کو دوکان سے اٹھنے کا اتفاق ہوا تو اس نے خدا کے سپرد کردی۔ اسی دن چوری ہوگئی اس کے بھائی نے کہا کہ بھائی بڑے پیر کے سپرد کردینا چاہئے تھا۔

اسی طرح کی ایک حکایت ہے کہ ایک قافلہ چلا جارہا تھا رستے میں چور مل گئے قافلہ والوں نے اول اللہ میاں کو پکارا تو کچھ نہ ہوا پھر ایک بزرگ کو پکارا تو چور بھاگ گئے۔ غضب یہ ہے کہ کتابوں میں اس قسم کی حکایات لکھ دی ہیں حضورﷺ کے زمانہ میں کفار کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا۔ چنانچہ حضورﷺ نے ایک کافر سے پوچھا کہ تمہارے کتنے خدا ہیں اس نے کہا کہ سات ہیں چھ زمین میں اور ایک آسمان میں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت کا خدا کون ہے اس نے کہا کہ آسمان والا۔ تو مشرکین عرب بھی مصیبت کے وقت ایک خدا کو ہی پکارتے تھے مگر ہندوستان میں مصیبت کے وقت بھی دوسروں کو ہی پکارتے ہیں۔

مصیبت میں لوگوں کا طرز عمل

تیسری قسم وہ ہے کہ گناہ کو یاد کرکے تدارک بھی کرتے ہیں اور مصیبت کے وقت خدا ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن وہ حالت ہوتی ہے کہ

ابلکاراں بوقتِ معزولی شبلی وقت و بایزید شوند

بازچوں میرسند برسرکار شمرذی الجوشن ویزید شوند

(سرکاری ملازم نوکری سے علیحدہ کردیے جائیں تو وہ ایسے نیک بن جاتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اپنے زمانہ کے حضرت شبلیؒ اور بایزید جیسے بہت بڑے ولی ہیں اور پھر جب اپنی ملازمت پر آجاتے ہیں تو اس قدر برے اعمال کرتے ہیں جیسے کہ شمر جس نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا اور جیسا کہ یزید تھا کہ جس کی اس وقت حکومت تھی)

یعنی جب تک مصیبت رہے اللہ بھی یاد رہے رسول بھی یاد رہے اور جب مصیبت ٹلی تو ایسے آزاد جیسے خدا تعالیٰ کی حکومت ہی سے نکل گئے اسی کو فرماتے ہیں اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا (۱) کہ مصیبت کے وقت تو خوب پکارتا ہے اور جب مصیبت دور کردیتے ہیں تو یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا تعلق ہی نہ رہا اور اس کی وجہ فرماتے ہیں کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ☆ (۲) یعنی وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ لوگ حدود سے باہر ہوگئے ہیں اور یہ خاصیت ہے کہ نیک عمل میں بصیرت (۳) ٹھیک رہتی ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو بینش (۴) جاتی رہتی ہے۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ ان کو اپنے اعمال خوش معلوم ہوتے ہیں پس علت اس کی اسراف ہے کہ اس کو اس وجہ سے بری باتیں مزین معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اس کو سن کر ہر شخص اپنی حالت کو دیکھ لے کم وبیش سب کی یہ حالت ہے اور دوسری جگہ بھی ایسا ہی ارشاد ہے۔ واذا مسکم الضر فی البحر ضلّ مَن تدعُون الا ایاہ فلما نجکم الی البرا عرضتم (۵)

(۱) سورۃ یونس آیت ۱۲ (۲) سورۃ یونس آیت ۱۲ (۳) سمجھ (۴) عقل جاتی رہتی ہے (۵) سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۷

یعنی جب مصیبت آتی ہے اس وقت تو سب بھلا کر کہتے ہیں کہ اگر ہمیں اس سے نجات ہو جائے تو ہم خدا تعالی کی اطاعت کرینگے مگر جب اس سے نجات ہو جاتی ہے تو اعراض کرنے لگتے ہیں۔تو آگے فرماتے ہیں کہ و کان الانسان کفورا کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

عذاب الٰہی سے بے خوف نہ ہو

اس کے بعد فرماتے ہیں افامنتم ان یخسف بکم جَانِبَ البَرِّاَویُرسِلَ عَلَیکُم حَاصِبًا ثُمَّ لا تَجِدُوا لَکُم وَکِیلًا ☆ (۱) یعنی تم کیا اس سے امن میں ہو گئے ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دیں (یا تم پر کوئی ایسی تند ہوا بھیج دے جو کنکر پتھر برسانے لگے پھر تم کس کو اپنا کارساز نہ پاؤ) چنانچہ قارون کو دھنسا دیا گیا تھا۔اور اس واقعہ پر گو سب کو ایمان تھا لیکن عین الیقین نہ تھا مگر اب چند ہی سال ہوئے کہ کانگڑہ کے قریب زلزلہ میں ایک بہت بڑے حصے کو دھنسا دیا گیا کہ لوگ اب بھی دیکھ لیں (۲)۔آگے فرماتے ہیں یا تم پر تند ہوائیں بھیج دیں کہ پھر تم اپنے لئے کوئی وکیل نہ پاؤ۔غرض ہر طرح تم ہمارے قبضے میں ہو کسی طرح بچ نہیں سکتے۔بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خیر وہ دریائی اندیشہ تو کٹ گیا اس کو فرماتے ہیں ام امنتم ان یعید کم فیہ تارۃ اخری (یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالی پھر تم کو دریا ہی میں لے جاویں) دیکھو روزمرہ یہ بات پیش آتی ہے کہ انسان ایک جگہ نہ جانے کی قسم کھاتا ہے مگر پھر مجبوراً جانا پڑتا ہے اور یہ اوپر بتلا دیا ہے کہ اگر دریا میں بھی نہ جانا ہو تو دوسری جگہ بھی تو ہلاک کر دینا ممکن ہے کیونکہ اس کی قدرت خشکی اور دریا میں برابر ہے۔

---

(۱) سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۸ (۲) آج کل بھی ہندوستان میں ایسا ہی زلزلہ آیا ہے لوگوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ ایک ملاح سے ایک شخص نے پوچھا کہ تمہارے باپ کہاں مرے۔ اس نے کہا کہ دریا میں ڈوب کر۔ کہنے لگا اور دادا۔ کہا کہ دریا میں کہنے لگا کہ پھر بھی تم دریا میں رہتے ہو ڈرتے نہیں۔ ملاح نے کہا کہ تمہارے باپ کہاں مرے کہنے لگا کہ گھر میں، پوچھا کہ دادا کہنے لگا کہ گھر میں ملاح نے کہا پھر بھی تم گھر میں رہتے ہو ڈرتے نہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی قدرت ہر جگہ موجود ہے بلکہ دریا میں تو بہت سے تدابیر بچنے کی ممکن بھی ہیں خشکی میں اگر کوئی آفت آئے تو اس سے بچنے کی تو کوئی تدبیر ہی نہیں۔ مثلاً اگر دو ریل گاڑیوں میں تصادم(۱) ہو جائے تو کوئی صورت بچنے کی ہو ہی نہیں سکتی۔ برخلاف جہاز کے اگر ٹوٹ جائے تو غرق ہوتے ہوئے بھی اس کو بہت دیر لگ جاتی ہے دوسرے جہاز اکثر کنارے کے قریب ہی ہوتا ہے کہ وہاں سے مدد کا آجانا بھی ممکن ہوتا ہے تو جو شخص سمندر میں خدا سے ڈرے اور خشکی میں نہ ڈرے وہ کس قدر نادان ہے(۲)۔ دوسرے اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ سمندر ہی میں زیادہ خطرہ ہے تو یہ بھی تو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ دوبارہ سمندر ہی میں بھیج دیں اور ایک ایسی ہوا کو مسلط کریں کہ وہ کشتی کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے کر دے اسی کو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں ام امنتم ان یعید کم فیه تارۃً اخریٰ۔ (۳) اور یہ کچھ اسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر صاحب مصیبت کو کہا جا سکتا ہے کہ کیا پھر ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ پھر اسی قصہ میں تم کو پھنسا دیں۔ صاحبو! اپنے کو کسی وقت خدا تعالیٰ کے قبضے سے نکلا ہوا نہ سمجھو اور سب گناہوں کو چھوڑ دو۔

---

(۱) ٹکر ہو جائے (۲) بے وقوف (۳) ترجمہ: یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جائیں۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۹

اللہ ایک مچھر سے بھی ہلاک کر سکتے ہیں

دیکھو گناہ میں مصیبت اس لئے آتی ہے کہ اس سے خداتعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور یہ بات سب گناہوں کو عام ہے اگر چہ وہ کسی قسم کا گناہ ہو تو جب خداتعالیٰ ناراض ہوئے تو اور ہر قصہ انکے قبضہ میں ہے تو ممکن ہے کہ پھر کسی قصہ میں مبتلا کر دے دیکھو اللہ تعالیٰ کو جب منظور ہوا تو نمرود کو ایک مچھر سے پریشان کر دیا۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ نمرود کی یہ حالت تھی کہ جب سر پر چوٹ لگتی تھی تو چین آتا تھا، تو وہ مچھر اب بھی تو موجود ہیں اور خداتعالیٰ کو اب بھی تو وہی قدرت ہے۔ دیکھو کہاں نمرود اور کہاں مچھر مگر خداتعالیٰ نے دکھلا دیا کہ ہمارا ایک معمولی سپاہی بھی کافی ہے۔ ایک چیونٹی اگر چہ بظاہر نہایت چھوٹی اور معمولی چیز ہے مگر جب خداتعالیٰ چاہتے ہیں تو اسی سے ہلاک کر دیتے ہیں۔ اور جب ان کی حفاظت ہوتی ہے تو کسی سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ میں نے متعدد مرتبہ دیکھا ہے کہ سر میں تیل ڈال کر سر کے نیچے رومال رکھ کر سو گیا ہوں اٹھ کر دیکھا رومال پر چیونٹیاں چڑھی ہوئی ہیں لیکن سر میں ایک بھی چیونٹی نہیں ہے۔ سو اس سے بچانیوالا کون ہے، بجز خدا کے، اور اگر وہ نہ بچائے تو ادنیٰ ذرہ پریشان کرنے کو کافی ہے۔ ایک بادشاہ کا قصہ ہے کہ اس کی ناک پر بار بار ایک مکھی آ کر بیٹھتی تھی اس نے تنگ آ کر کہا کہ معلوم نہیں مکھی کو کیوں پیدا کیا ہوگا۔ وزیر نے کہا کہ اس واسطے پیدا کیا ہے کہ متکبرین کا تکبر ٹوٹے۔ حاصل یہ ہے کہ ذرا سنبھل کر خداتعالیٰ کی مخالفت کرو تم میں تو ایک مکھی کی مقاومت(۱) کی بھی تاب نہیں بس اگر بچنے کی کوئی صورت ہے تو یہی ہے کہ خداتعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔

---

(۱) ایک مکھی کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔

مصائب سے بچنے کی تدبیر

میں نے افلاطون کی ایک حکایت دیکھی ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر آسمان قوس ہو اور حوادث تیر ہوں اور خدا تعالیٰ تیرانداز ہوں تو بچ کر کہاں جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرانداز سے قریب ہو جائے کہ تیر دور والے پر چلاتے ہیں افلاطون نے کہا کہ بیشک آپ نبی ہیں کیونکہ یہ جواب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ مگر ان لوگوں کی ایک سفاہت(۱) یہ تھی کہ اپنے لئے نبی کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ یہ تو خدا کو معلوم ہے کہ افلاطون کا کیا عقیدہ تھا لیکن اس حکایت کو اس لئے عرض کیا ہے کہ خدا کے ان لشکروں سے اگر بچنا چاہتے ہو تو خدا کا قرب حاصل کرے۔

شبہ اور اس کا جواب

شاید اس موقع پر کسی کو یہ شبہ ہو کہ خدا کے نیک بندوں پر بھی مصائب آتے ہیں۔ پھر قرب حاصل کرنے کا کیا فائدہ۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ وہ واقع میں مصیبت ہی نہیں کیونکہ مصیبت ایک تو حقیقی ہوتی ہے جس سے پریشانی ہو جائے اور پریشانی صرف گناہ سے ہوتی ہے۔ اور وہ اس سے محفوظ ہیں اور ایک مصیبت کی صورت ہوتی ہے کہ ظاہر میں تو مصیبت ہو مگر اس سے پریشانی نہیں ہوتی سو یہ واقعات ان کیلئے مصیبت اس لئے نہیں کہ ان کی نظر ہر وقت مصلحت پر ہے اور وہ ہر حال میں راضی ہیں۔ جو کچھ پیش آتا ہے وہ اس کو خیر سمجھتے ہیں اگرچہ اس میں کچھ

(۱) بے وقوفی۔

تکلیف جسمانی سہنی(۱) پڑے مگر روح مسرور(۲) ہے اور جسمانی تکلیف تو سب ہی کو ہوتی ہے مگر پریشانی اور شکوہ شکایت ان میں نہیں ہوتا۔

مصائب کے وقت بعض بزرگوں کا حال

حضرت بہلول نے ایک بزرگ سے مزاج پوچھا انہوں نے کہا کہ اس شخص کے مزاج کی کیفیت کیا پوچھتے ہو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہواس کی خواہش ہی کے موافق ہوتا ہو۔ حضرت بہلول نے پوچھا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے انھوں نے کہا کہ یہ تو جانتے ہو کہ ہر بات خدا کے ارادے اور خواہش کے موافق ہوتی ہے اور میں نے اپنی خواہش کو خدا کی خواہش میں فنا اور اسکے تابع کردیا ہے۔ اسی طرح پر وہ میری خواہش کے موافق بھی ہے۔

اسی طرح ایک حکایت ہے کہ پنجاب میں ایک بزرگ تھے شاہ دولا ایک مرتبہ ایک دریا گاؤں کی طرف چلا آرہا تھا لوگوں نے کہا کہ دعا کیجئے ان بزرگ نے پھاوڑوں سے کھدوا کر اور بھی گاؤں کے قریب کرلیا اور پوچھنے پر فرمایا کہ جدھر مولا، ادھر شاہ دولا۔ یہ حکایت تو بہت بڑی ہے میرا مقصود یہ ہے کہ وہ جدھر خدا کی مرضی دیکھتے ہیں ادھر ہی ہوجاتے ہیں۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے صاحبزادہ پر ایک مقدمہ ہوگیا تھا۔ ایک حافظ لکھنؤ کے کہتے تھے کہ مجھ کو تعجب ہے کہ سب کے لئے تو یہ دعا کرتے ہیں اپنے بیٹے کے معاملہ میں کچھ نہیں کرسکتے بس خواب میں دیکھا کہ مولانا آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے یہ عرض کررہے ہیں کہ یا اللہ میں احمد کے بارے میں تو کچھ

(۱) برداشت کرنی پڑے (۲) روح خوش ہے۔

کہوں ☆ گا نہیں جو آپکی مرضی ہو اُسی پر راضی ہوں جس کی یہ شان ہو کہ خدا کی مرضی ہو وہی اس کی مرضی ہو اُس کو کوئی ناگواری کیوں پیش آئیگی پس اس سے اُس شبہ کا جواب ہو گیا کہ اہل اللہ پر تو مصائب نازل ہوتے ہیں دیکھئے سنکھیا ایک کے لئے زہر ہے دوسرے کے حق میں شفا جس نے مدبّر (۲) کر لیا ہو۔

ع۔ در حق او شہد و در حقّ تو سم

(اس کے حق میں شہد ہے اور تیرے حق میں زہر ہے)

پس وہ لوگ اُس مصیبت کا زہر مار دیتے ہیں اور خدا کی رضا اور محبت میں کے سیب میں مدبر کر کے اُس کی ساری تیزی کھود یتے ہیں اب نہ کڑوی ہے نہ سنکھیا زہر ہے غرض حقیقی مصیبت گناہ ہی سے آتی ہے سو چونکہ ہم میں کوئی ایسا نہیں جس پر مصیبت نہ آتی ہو اور کوئی ایسا نہیں جس کی حالت معصیت کی نہو اس لئے اس وقت اسی آیت کا مختصر بیان کر دیا گیا۔اب میں ختم کرتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت

☆لا یوھم ان الدعاء ینافی الرضاء بل الدعاء ما موربه وھو لا یخالف الرضاء کما علیه الکتاب والسنة و کیفیة مولینا فضل الرحمن حال من الاحوال غلبت علیه وھو التفویض بالغلبة وصاحب الحال معذور لکن لحکایة تؤید مقصود المقام لان المقام بیان الرضاء بالقضاء فافھم(۱)۔ احمد حسن عفی عنه۔

(۱) اس بات کا وہم نہ کیا جائے کہ دعا کرنا رضائے الٰہی کے خلاف ہے بلکہ دعا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے جیسا کہ قرآن اور سنت سے ثابت ہے مولانا فضل الرحمٰن کا اس وقت دعا نہ کرنا وہ انکا حال ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے لئے بجائے دعا کرنے کے اللہ کی طرف تفویض کرنے کو ترجیح دی ہے اور یہ حکایت اس لئے بیان کی کہ اس میں قضائے الٰہی پر راضی رہنے کا بیان ہے، خوب سمجھ لو (۲) یہ ایک طبی اصطلاح ہے کہ سنکھیا جو کہ ایک زہر ہے اس کو سیب میں رکھ کر اس کی نقصان دینے کی صلاحیت کو ختم کر دیا جاتا ہے اور طاقت بحال رہتی ہے جس سے بجائے نقصان کے فائدہ ہوتا ہے۔

آئے فوراً توبہ کرو اور اُسی توبہ پر قائم رہو۔

غم چو بینی زود استغفار کن غم بامرِ خالق آمد کار کن

(جب تو کوئی مصیبت دیکھے فوراً توبہ کر کیونکہ ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے، لہٰذا کام کرو)

اللہ کی نافرمانی کے سبب جابر حکمران مسلط ہوتے ہیں

یعنی خدا تعالیٰ کو راضی کر و یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر حکام کی جانب سے کوئی بات خلاف مرضی پیش آئے تو حکام کو بُرا بھلا مت کہو بلکہ خدا کو راضی کر وہ حکام کے قلوب کو بھی نرم کر دینگے دیکھئے کتنی پاکیزہ تعلیم ہے یعنی اُن کے دل تو میرے قبضے میں ہیں جب میں تمہارے اعمال بُرے دیکھتا ہوں اُن کے دل سخت کر دیتا ہوں کسی کا قول ہے " عُمّا لکم اعمالکم "(تمہارے اوپر جو حاکم ہیں وہ تمہارے اعمال کے مناسب تم پر مقرر کئے گئے ہیں) اور کسی نے کہا ہے۔

زشتی اعمال ما صورت نادر گرفت

(ہمارے بُرے اعمال کی سزا میں نادر شاہ کے ذریعے ہم کو سزا ملی ہے) کہ نادر شاہ کی صورت میں ہمارے اعمالِ بد ہم کو ستا رہے ہیں تو جب حاکم کی طرف سے سختی دیکھو مجھے راضی کرو ان کے قلوب کو نرم کروں گا پھر وہ تمہارے ساتھ نرمی برتیں گے۔ کیونکہ یہ کارخانہ ظاہری وابستہ ہے کارخانہ باطن کے ساتھ۔ اول حکم وہاں سرزد ہوتا ہے پھر اسی کے موافق یہاں ہوتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ کی حکایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ شہر کا انتظام

بہت سست تھا ایک شخص نے شاہ صاحب سے وجہ پوچھی فرمایا آجکل یہاں کے صاحب خدمت سست ہیں۔ پوچھا کہ کون صاحب ہیں؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک کنجڑہ(۱) بازار میں خربوزے فروخت کررہا ہے۔ وہ آجکل صاحب خدمت ہے، یہ اس کے امتحان کیلئے گئے اور امتحان اس طرح کیا کہ خربوزے کاٹ کاٹ کراور چکھ چکھ کرسب ناپسند کر کے ٹوکرے میں رکھ دیے۔ وہ کچھ نہیں بولے۔ چند روز کے بعد دیکھا کہ انتظام بالکل درست ہوگیا، اسی شخص نے پھر پوچھا کہ آجکل کون ہیں؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک سقہ(۲) ہے۔ چاندنی چوک میں پانی پلاتا ہے، مگر ایک پیاس کی ایک چھدام(۳) لیتا ہے یہ ایک چھدام لے گئے اور ان سے پانی مانگا، انھوں نے پانی دیا اس نے پانی گرادیا کہ اس میں تنکا ہے اور دوسرا کٹورہ مانگا۔ انھوں نے پوچھا کہ اور چھدام ہے اس نے کہا کہ نہیں۔ انھوں نے ایک دھول(۴) رسید کیا اور کہا کہ خربوزہ والا سمجھا ہوگا۔ اس شخص نے آکر بیان کیا کہ یہ واقعہ ہوا ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھ لو آجکل یہ ہیں کہ سب کو نچار کھا ہے۔ تو ظاہری انتظام باطنی انتظام کے تابع ہے تو جب خدا کو ناراض کرو گے تو اول محکمۂ باطن میں حکم نازل ہوگا پھر اس کے تابع ظاہر میں۔ مگر اسکوسن کر کوئی شخص اس غلطی میں مبتلا نہ ہوجائے کہ ایسے فقیروں کو ڈھونڈنے لگے۔ ان کا ڈھونڈنا محض بیکار ہے اسلئے کہ وہ خدا کے قبضے میں ہیں ان کے منہ سے وہی نکلتا ہے جو ہونے والا ہے۔ اگرچہ انکی خدمت بھی نکرو، بلکہ جو ان کے منہ سے نکلواتا ہے اس کو راضی کرلو۔ لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو ڈھونڈتے ہیں۔

---

(۱) سبزی فروش (۲) ماشکی (۳) ایک پیسہ میں بارہ دام ہوتے تھے چھدام اس کے آدھے سکے کا نام ہے جس میں چھ دام ہوتے ہیں یعنی آدھا پیسہ (۴) تھپڑ مارا۔

بزرگوں سے محبت رکھے اور دعا کرائے

اسی طرح بزرگوں کی فاتحہ اس نیت سے دلانا کہ ان سے ہمارا کوئی کام نکلے گا یہ بھی سخت غلطی ہے۔ دیکھئے آخر فرشتے بھی تو بڑے مقبول ہیں مگر ان کی فاتحہ کوئی نہیں دلاتا کیونکہ جانتے ہیں کہ وہ بالکل مجبور اور حکم حق کے تابع ہیں۔ پس اسی طرح سے یہ لوگ بھی ہیں۔ اور اگر کہو فرشتے تو زندہ ہیں اس لئے ان کی فاتحہ نہیں دلاتے، تو میں کہتا ہوں کہ زندہ لوگوں کو بھی تو ثواب پہنچانا جائز ہے۔ پس جب ان کی فاتحہ اس لئے نہیں کرتے کہ وہ بالکل حکم حق کے تابع ہیں۔ تو سمجھو کہ یہ حضرات بھی بالکل حکم حق کے تابع ہیں۔ غرض اہل خدمت اور اقطاب بالکل حکم حق کے سامنے مجبور ہوتے ہیں کہ جیسا حکم ہوا ویسا کر دیا۔ پس ان سے محبت تو رکھنی چاہئے مگر ان سے دنیا کا کوئی کام نکلنے کی امید رکھنا سخت غلطی کی بات ہے۔ ہاں بزرگوں سے دعا کراؤ اور وہ بھی صرف ان بزرگوں سے جو مشابہ انبیاء علیہم السلام کے ہوں کہ وہ دعا بھی کرتے ہیں اور تعلیم و اصلاح بھی کریں گے کیونکہ وہ طبیب بھی ہیں۔ اور دعا کرانے کیساتھ اپنے اعمال کی بھی درستی کرو گناہوں سے توبہ کرو، کیونکہ بدوں درستی اعمال کے محض ان کی دعا سے کچھ معتد بہ(۱) نفع نہ ہوگا۔ اور نہ ان کی سفارش کچھ کام آوے گی اس وقت لوگوں نے اول تو عمل کو بالکل چھوڑ ہی دیا ہے اور اگر کرتے بھی ہیں تو بہت سے بہت وظیفے پڑھ لئے حالانکہ دنیا کی غرض سے وظائف پڑھنے میں قلب میں ایک دعوئ مضمر(۲) ہوتا ہے چنانچہ ان کو تیر بہدف سمجھا جاتا ہے اور بخلاف دعا کے اس میں عجز و انکسار ہوتا ہے۔

(۱) بغیر اعمال درست کئے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوتا (۲) دل میں ایک دعوئ پوشیدہ ہوتا ہے۔

اعمال کی درستگی ضروری ہے

غرض یہ ہے کہ اعمال کی درستی کرے اور ہمیشہ اس سبق کو یاد رکھے اور پھر خدا کو ناراض نہ کرے اور ناراض کرنا خاص یہی نہیں کہ اس خاص گناہ کو چھوڑ دے بلکہ سب گناہوں کو چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ تو محض اسی کا خیال ہے کہ فلاں گناہ سے مصیبت آئی ممکن ہے کہ کسی دوسرے گناہ سے آئی ہو پھر اگر گذشتہ مصیبت کسی خاص گناہ ہی سے آئی ہو تو کیا ضرورت ہے کہ مستقبل میں دوسرے سے نہ آئے گی۔ دیکھو اگر انگارے سے چھپر جل جائے تو کیا چنگاری کو چھپر میں رکھ دیں گے۔ غرض گناہ چھوٹا ہو بڑا سب چھوڑ دو۔ چونکہ اس مضمون کی ضرورت اس وقت عام تھی اسلئے اس کو بیان کر دیا اب خدا سے دعا کرو کہ وہ توفیق عمل بخشیں۔ آمین (برحمتك یا ارحم الرحمین - تمت بالخیر)

"الامداد" اکابرین کی نظر میں

رائے گرامی: شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث ومفتی دار العلوم کبیر والا۔ ملتان

از عبد القادر عفی عنہ
از دار العلوم کبیر والا — مکرمی جناب مولانا خلیل احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم

۲۰ ج ۲ سنہ ۱۴۲۱ھ — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ مزاج گرامی با عافیت ہوں گے۔ بندہ بھی بحمد اللہ خیریت سے ہے
کچھ عرصہ پہلے جناب کی طرف سے احکام القرآن اور حضرت حکیم الامت
رحمہ اللہ کے مواعظ کی تین جلدیں روانہ فرمائی تھیں بندہ نے اس وقت
بھی شکریہ کا خط لکھا تھا۔ بندہ بحمد اللہ بچپن سے حضرت
رحمہ اللہ کے مواعظ کا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ آپ کے جامعہ دار العلوم
الاسلامیہ نے جو یہ سلسلہ مواعظ کا شروع کیا ہے بہت ہی عمدہ ہے
اس سے دل بہت خوش ہوا۔ خصوصاً طلبہ کو مواعظ پڑھوانا
اور ان کا امتحان کرانا بہت اچھا اقدام ہے کاش کہ
بندہ یہاں اس پر قادر ہوتا تو ضرور کرتا۔

(دوسرے صفحہ پر)

مواعظ بہت پسند آئے طباعت بھی اچھی ہے
کاغذ بھی اچھا ہے آپکے حواشی بھی بہت خوب ہیں۔
ایک جگہ آپنے حاشیہ میں لکھا کہ حضرت حکیم الامت نے
آپکی دادی اور نانی کو فرمایا تھا کہ جب آؤں تو مجھ سے
مسائل پوچھ لیا کرو چنانچہ وہ پوچھتی رہیں اور
انکو بہت مسائل معلوم ہوگئے بندہ نے یہ واقعہ کئی دفعہ
اپنے دوستوں کو سنایا۔

مواعظ کی تین جلدیں تو بندہ کے پاس پہنچ چکی ہے
اگر اور چھپی ہوں تو ارسال فرمادیں۔ اگر کچھ ادا کرنا ہوگا
ہو تو وہ بھی فرمادیں انشاءاللہ ادا کر دی جائیگی۔

والسلام